

اخبار امت

انڈونیشیا: بحرانوں کے درمیان راستے کی تلاش

مسلم سجاد

دنیا کا چوتھا سب سے بڑا، اسلامی دنیا کا سب سے بڑا، ۲۰ کروڑ آبادی کا ۱۳ ہزار سے زائد کا مجمع الجزائر، انڈونیشیا ان دنوں ۳۲ سالہ آمریت کے مابعد اثرات کے تحت بحران کا شکار ہے۔ مسلم معاشروں کا یہ انداز (pattern) کہ عوام کو جمہوری حقوق سے محروم رکھنے والے فوجی حکمران طویل مدت تک ترقی کے راگ الاپ کر جب عوامی تحریک کے تحت رخصت کیے جاتے ہیں تو پھر بھی عوام کو ان کی قربانیوں کے ثمرات نہیں پہنچتے، ماہرین عمرانیات کی تحقیق کا موضوع بنا چاہیے۔

اقتدار کے مراکز پر قابو رکھنے والے آسانی سے دست بردار نہیں ہوتے اور کسی نئے جمہوری لبادے میں پھر سے براجمان ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر تحریک کی قیادت کرنے والے باشعور اور متحد نہ ہوں، تو یہ عناصر اپنے ایک نئے دور کا آغاز کر دیتے ہیں۔ ہم خود ان مراحل سے گزر رہے ہیں، اب انڈونیشیا کو گزرتے دیکھ رہے ہیں۔ یہ ہماری صحافت کا المیہ اور ملت کی بد قسمتی ہے کہ پاکستان کے کسی اخبار یا ایجنسی کا نمائندہ برادر مسلم ملک کے حالات کا مطالعہ کرنے کا اور اہل وطن کو ان سے آگاہ کرنے کے لیے جگرتا میں موجود نہیں ہے۔ ہمیں دوسروں بلکہ غیروں کی نظر سے ہی سب کچھ دیکھنے کو ملتا ہے۔

مئی میں سہارنوی کی علیحدگی اور بی جے جی بی کے صدر بننے کے بعد، حکومت کو معیشت سنبھالنے کے ساتھ ساتھ، ملکی نظام میں ایسی اصلاحات بھی کرنا تھیں، جن سے ملک میں جمہوری اقدار رائج ہو جائیں۔ قومی اسمبلی میں ۷۷ ممبر فوج کے نامزد کردہ ہوتے ہیں۔ سول انتظامیہ میں بھی ہر سطح پر فوج کی باقاعدہ شرکت ہوتی ہے۔ سرکاری گونکار پارٹی کے علاوہ، تمام سیاسی پارٹیاں ایسی تہذیبیاں چاہتی ہیں کہ عوام کے ووٹ سے منتخب ہونے والے ہی حقیقی حکمران ہوں اور فوج بیروں میں رہے۔ بہت وقت ہو گیا کہ حکومت طے کرتی رہی کہ عوام کے لیے کیا اچھا ہے، اب عوام یہ طے کرنا چاہتے ہیں کہ کون سی حکومت ان کے لیے اچھی ہے۔ موجودہ حکومت سے عوام کا پر زور مطالبہ ہے کہ سہارنوی اور اس کے ساتھیوں پر مقدمات چلائے جائیں اور ناجائز دولت ان سے وصول کی جائے۔ بیٹوں، بیٹیوں اور داملوں کے علاوہ صرف سہارنوی کے اپنے ۳۰

ارب ڈالر جمع ہیں۔

۳۳ نومبر کو ہونے والے قومی اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر مظاہروں کے لیے پہلے سے تیاری جاری تھی۔ اسمبلی کے انتخابات کے لیے مئی ۱۹۹۹ اور صدر کے انتخاب کے لیے ۲۹ اگست ۱۹۹۹ کی تاریخ کا اعلان کیا جا چکا تھا۔ مظاہرین کو روکنے کے لیے گولی چلائی گئی جس سے ۳۳ افراد جس میں ۶ طلبہ تھے ہلاک ہوئے۔ فوج کے بیان کے مطابق جو گولیاں جسم سے نکلی ہیں وہ فوج نے نہیں چلائیں، اس لیے سازشی عناصر کی کار فرمائی سب ہی کو نظر آ رہی ہے۔ اگلے دن ملک کے ۱۶ شہروں میں مظاہرے ہوئے اور اسمبلی کی عمارت پر ۸۰ ہزار افراد نے مظاہرہ کیا۔ پہلی دفعہ انسانی ڈھانچے ہاتھ میں لے کر مظاہرے کرنے کی روایت کا آغاز ہوا۔ یوں، از سر نو تحریک شروع ہو گئی۔

سارٹو کو علیحدہ کرنے میں فوج کے کردار کی وجہ سے کمانڈر ان چیف جنرل ورائٹو عوام کی پسندیدہ شخصیت بن گئے تھے۔ لیکن حالیہ مظاہروں میں گولیاں چلانے کی وجہ سے اب ان کے استعفیے کا مطالبہ بھی ہو رہا ہے۔ طلبہ مظاہرین جیہی کے استعفیے کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں جو مطلوبہ اصلاحات نہیں کر رہے ہیں۔ دونوں افراد بہر حال پرانے نظام کی علامت ہیں۔

انڈونیشیا دینی رجحانات رکھنے والا ملک ہے۔ احیاء اسلام کی لہر بھی وہاں پہنچی ہے۔ ۹۰ فی صد آبادی مسلمان ہے۔ مئی کی تحریک میں محمدیہ جماعت کے سربراہ امین رئیس، قائد کی حیثیت سے ابھرے۔ اب وہ زیادہ وسیع اہلسنیو نیشنل فاؤنڈیشن کے سربراہ ہیں اور صدارتی منصب کے متوقع امیدوار ہیں۔ دوسری بڑی جماعت نخبیۃ العلماء ہے جس کے ۴ کروڑ ممبر بتائے جاتے ہیں اور جن کے قائد عبدالرحمن واحد ہیں۔ سابق صدر سویکارنو کی بیٹی میگوتی کی جمہوری پارٹی سیکولر عناصر کی نمائندہ کسی جا سکتی ہے۔ ایک تجزیے کے مطابق حالیہ مظاہرے اسی پارٹی کے ایما پر ہوئے ہیں جسے انتخابات میں کسی بڑی کامیابی کی توقع نہیں ہے۔ اسے فوج کے ان سازشی عناصر کی حمایت بھی حاصل ہے جو ایک صحیح جمہوری نظام میں اپنے لیے گنجائش نہیں پاتے اور اسلامی احیاء کو روکنا چاہتے ہیں۔ امین رئیس اور عبدالرحمن واحد، خواہی نخبیہ کی حامی سمجھے جانے لگے ہیں۔ جیہی، بہر حال پرانے نظام کا کل پرزہ ہے اور فوج اور گولکار اسی کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک نیا نام آدم سوسائو کا ہے جو اس وقت وزیر ہے۔ اسے اسلامک ایکٹیویسٹ (activist) کہا جا رہا ہے۔ ۵۲ ہزار امداد پارٹی کے اداروں کو وسائل فراہم کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ پورے ملک کے دورے کر رہا ہے۔ صرف ۵۰ سال عمر ہے۔ ایک رسالے کے مطابق: جیہی رہے یا نہ رہے، سوسائو رہے گا۔

اس وقت انڈونیشیا کی معاشی صورت حال بالکل اتر ہے۔ ۱۵ ہزار روپے ایک ڈالر کے برابر ہو گئے ہیں۔ دو سال پہلے صرف ۲ کروڑ افراد غربت کی سطح کے نیچے تھے۔ اب یہ تعداد ۸ کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ اچھے

خاصے خوش حال غریب ہو گئے ہیں۔ تقریباً ۵ کروڑ افراد غذائی قلت کا شکار اور صوبائیہ سے بدتر حالات سے دوچار ہیں۔

امن و امان کی صورت حال بھی سخت غیر تسلی بخش ہے۔ اوائل اکتوبر میں یہ اطلاعات آنا شروع ہوئیں کہ دوسرے بڑے صوبے جلوا کے مشرق میں ۱۵ لاکھ آبادی کے شہر بین یوواچی میں علما، موزنوں اور معروف مسلمانوں کو نقاب پوش افراد (نجبا) کلا جلوا کرنے والے قرار دے کر قتل کر رہے ہیں۔ وسطی اور مغربی جلوا کے قسبات میں بھی ایسے ہی واقعات ہوئے۔ اب تک کل ۸۰ افراد ہلاک کیے جا چکے ہیں۔ یہاں نہضت العلماء کا رسوخ ہے۔ عبدالرحمن واحد کا کہنا ہے کہ انھیں امین رئیس کی پارٹی سے لڑوانے کے لیے یہ کارروائی کی جا رہی ہے۔

ملک میں عیسائی ۹ فی صد ہیں۔ سابق ہونگیزی نوآبادی مشرقی تیمور (Timor) کو مغربی میڈیا نے بین الاقوامی مسئلہ بنا دیا ہے اور موجودہ صورت حال سے فائدہ اٹھا کر خود مختاری، علیحدگی اور آزادی کے منصوبے مکمل کیے جا رہے ہیں۔ بعض علاقوں میں عیسائیوں کو قتل کرنے اور چرچ جلانے کے واقعات ہوئے ہیں اور اسی طرح عیسائی اکثریت کے علاقوں میں مسلمانوں پر حملے ہوئے ہیں اور مسجدیں جلائی گئی ہیں۔ حکومت امن و امان قائم کرنے میں ناکام ہے اور ایک رائے کے مطابق اس کے بعض عناصر، ہمارے عرف کے مطابق، ایجنسیز خود اس کی ذمہ دار ہیں۔ سیکولر اور دینی عناصر کی کش مکش کو پر تشدد بنانا بھی پیش نظر ہو سکتا ہے۔

انڈونیشیا کا ایک مسئلہ چینی نژاد آبادی کا ہے جو ۴ فی صد ہیں۔ یہ صنعت و تجارت میں آگے ہیں اور بہتر مالی حیثیت کی وجہ سے اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ سہارو نے مشترک مفادات کے تحت ان کی بہت سرپرستی کی۔ اسی لیے یہ مئی کی تحریک میں عوام کی نفرت کا نشانہ بنے۔ چینوں پر مظالم کی بڑی خبریں۔ اب امین رئیس اور عبدالرحمن واحد کے بیانات نسل گروہوں کے اطمینان کا باعث ہوئے ہیں۔

انڈونیشیا کا مسلمان ایک امن پسند فرد ہے۔ کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا کہ خون ریزی کی کارروائیاں ایک مسلمان کر سکتا ہے۔ یہی سمجھا جا رہا ہے کہ جن عناصر کو اقتدار جانا نظر آ رہا ہے، وہ اسے پچانے کے لیے ملک کے استحکام کو داؤ پر لگانے کو بھی تیار ہیں۔ ملک ٹوٹنے کی بات بھی کہی جا رہی ہے۔

جیبی کی موجودہ حکومت کو، ملک کے مفاد میں، یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کا اصل فریضہ جلد از جلد پر امن انتخابات کا انعقاد اور حقیقی نمائندوں کے ہاتھوں میں اقتدار منتقل کرنا ہے۔ موجودہ صدر کسی کے بھی پسندیدہ نہیں ہیں اور وہ اقتدار چھوڑنے کا اعلان بھی کر چکے ہیں لیکن خیال کیا جا رہا ہے کہ وہ بھی حالات میں اپنے لیے جگہ بنانے کے خواہاں ہیں اور سابقہ عناصر، ان کے ذریعے اور کچھ نئے چہروں کے ساتھ، شرکت اقتدار کے ذریعے اپنے برقرار رہنے کی حکمت عملی اختیار کر سکتے ہیں۔ ایک معقول مطالبہ یہ کیا جا رہا ہے کہ موجودہ حکومت مستعفی ہو، اور چار بڑی پارٹیوں کی عبوری حکومت قائم ہو جو جلد از جلد انتخابات کروائے۔ لیکن یہ

راہ عمل موجودہ حکمران بھلا کیوں اختیار کریں؟

انڈونیشیا کے ہمارے مسلمان بھائی آج جن حالات سے گزر رہے ہیں، انہیں سمجھنا ہم اہل پاکستان کے لیے مشکل نہیں ہونا چاہیے۔ شلید یہ مسئلہ ہر مسلمان ملک کا ہے کہ عوام کو ان کی مرضی کی حکومت کس طرح ملے؟ فوج قبضہ کر کے، پورے معاشرے کو تلپٹ کر دیتی ہے۔ اصلاح پسند عناصر، تحریکیں منظم کرتے ہیں، عوام نکلتے ہیں، قربانیاں دیتے ہیں، بہت سے بہت، چروں کی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ انڈونیشیا میں عوامی احتجاج کی نمائندہ اسلامی قوتوں کی فہم و فراست اور معاملہ فہمی کا یہ امتحان ہے کہ وہ اپنی عوامی حمایت کو کس طرح متشکل کر کے حکومت کے ایوان میں نظر آئیں۔ معمول کا جمہوری نظام قائم ہو تو مسئلہ صرف عوامی حمایت حاصل کرنے کا رہ جاتا ہے لیکن آمرانہ نظام میں کارندے اس طرح چمٹ جاتے ہیں کہ علیحدہ ہوتے ہوتے ملک کو تباہ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور ملک کے مخلص اور یہی خواہ، ملک کی خاطر سابقہ عناصر کو برداشت کر لیتے ہیں۔ یہ مختصہ آج کے مسلم ممالک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس پر غور و فکر اور تحقیق ہونا چاہیے۔ کتابوں میں تبدیلی کی راہ بتانا ایک بات ہے، اور دیے ہوئے معروضی حالات اور زمینی حقائق میں اسے برپا کرنا شے دیگر است۔ ایک دوسرے سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے سب تجربات کا اس نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

کراچی اور مضافات میں

ترجمان القرآن

حاصل کرنے کے لیے

ہمارے سول ایجنٹ

دی بک ڈسٹری بیوٹرز

B-153 خداداد کالونی، کراچی۔ 74800

فون : 7787137

شہر میں کسی اسٹال پر رسالہ دستیاب نہ ہو تو درج بالا فون نمبر پر مطلع کیجیے